از محمد نصر اللہ خان صاحب خازن
گجرات

مولانا شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ
اور
تحریک جہاد و احیاءِ دین

برصغیر پاک و ہند کی سیاسی اور دینی حالت

مولانا شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ کی سیرت اور تحریک احیاء دین پر روشنی ڈالنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے کے ہندوستان کی سیاسی اور دینی حالت آپ کے سامنے رکھی جائے تاکہ آپ کے کام کی اہمیت و عظمت کا صحیح اندازہ ہو سکے۔

مغلیہ سلطنت جس کی عظمت کا ڈنکا کابل و قندھار سے آسام تک اور رفراز رم سے راس کماری تک اڑھائی سو سال تک بجتا رہا اس پر نزع کا عالم طاری ہو چکا تھا۔ اس کے تمام صوبے ایک ایک کر کے مرکز سے الگ ہو چکے تھے۔ اور نہ صرف یہ کہ مغلوں کی ردائے اقتدار چاک چاک ہو چکی تھی بلکہ انگریزوں کا تسلط و استیلاء حد تکمیل کو پہنچ چکا تھا۔ سب سے پہلے کرناٹک بنگال، بہار اور اڑیسہ ان کے قبضے میں آئے۔ پھر انہوں نے مرہٹوں اور نظام دکن کو ساتھ ملا کر سلطنت میسور کو ختم کیا پھر مرہٹوں اور نظام کو فوجی امداد کے شکنجے میں جکڑ کر تخت گاہ دہلی کے مختار کل بن بیٹھے۔ ادھر پنجاب میں راجہ رنجیت سنگھ حکمران بن چکا تھا۔ اور مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر رہا تھا۔

دوسری طرف مسلمان حکمرانوں کی اشاعت اسلام سے غفلت و عدم دلچسپی اور نفس پرست علماء کی خود غرضی اور بے حسی کی وجہ سے عوام جاہل اور گمراہ، اپنے سود و زیاں سے بے خبر، اسلامی تعلیمات سے کوسوں دور اور اتباع دین سے نفور تھے۔ مکار صوفیوں اور بے عمل واعظوں نے انہیں اعتقادی اور عملی گورکھ دھندوں میں مبتلا کر رکھا تھا۔ پیر پرستی، قبر پرستی، بزرگوں کی قبروں کے لئے شد رحال اور غیر اللہ کی نذر و نیاز کا رواج عام ہو چکا تھا۔ غرضیکہ لوگ شرک و بدعات کا شکار ہو چکے تھے۔ اور پورا مسلم معاشرہ غیر اسلامی عقائد و رسوم کا گہوارہ بنا ہوا تھا۔

ان حالات میں ایسے مردانِ حق آگاہ اور مجاہدانِ سرفروش کی ضرورت تھی جو نہایت خلوص اور سرفروشی کے ساتھ عوام میں دینی شعور پیدا کرتے اور ان میں جذبہ جہاد ابھارتے۔ تاکہ وہ شرک و بدعات کو چھوڑ کر احیاء دین اور آزادیٔ وطن کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے۔

خاندان ولی اللہی کی خدمات

حضرت مجدد الف ثانی شیخ سرہندی قدس سرہ العزیز (متوفی ۱۶۲۴ء) کے بعد برصغیر پاک و ہند میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے تطہیر فکر و نظر اور اشاعت و احیاء اسلام کی تحریک کا آغاز کیا۔ آپ ۱۱۱۴ھ مطابق ۱۶۹۸ء میں پیدا ہوئے۔ اور ۱۱۷۶ھ مطابق ۱۷۶۰ء میں آپ نے وفات پائی۔ آپ پہلے ہندوستانی عالم دین ہیں جنہوں نے قرآن مجید کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ اور اپنی مشہور عربی تصنیف حجۃ اللہ البالغہ کے ذریعہ اسلام کو ایک اجتماعی سیاسی نظام زندگی کی حیثیت سے پیش کیا۔ علاوہ ازیں الفوز الکبیر، القول الجمیل، المسوّی اور المصفّٰی جیسی جلیل القدر تصنیفات کے ذریعہ قرآن و حدیث کی تفہیم و تشریح کی۔ آپ کے بعد آپ کے چاروں صاحبزادگانؒ نے قرآن و سنّت کی تعلیم و تدریس اور تفہیم و تشریح کے ذریعہ تجدید و احیاء دین کی مہم جاری رکھی۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیزؒ (متوفی ۱۸۲۴ء) نے تفسیر حدیث۔ فقہ اور منطق و فلسفہ کی تدریس کے ساتھ ساتھ تفسیر عزیزی، تحفہ اثنا عشریہ اور بستان المحدثین نامی کتابیں لکھیں۔

شاہ رفیع الدینؒ (م ۱۸۴۹ء) اور شاہ عبدالقادرؒ (م ۱۸۵۳ء) نے قرآن مجید کے اردو تراجم لکھے۔ شاہ رفیع الدینؒ کا ترجمہ تحت اللفظی اور شاہ عبدالقادر کا ترجمہ سلیس با محاورہ ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں یہ اردو زبان میں قرآن مجید کے سب سے پہلے تراجم ہیں۔ اور اس لحاظ سے اہل ہند پر ان دونوں عظیم ہستیوں کا بہت بڑا احسان ہے۔ چوتھے صاحبزادے شاہ عبدالغنیؒ ہیں۔ ان کی کوئی تصنیف نہیں ملتی۔ لیکن باقی تینوں کی طرح وہ بھی بہت بڑے عالم اور نہایت صاحب زہد و ورع بزرگ تھے۔ حضرت شاہ عبدالغنیؒ نے اپنے پیچھے وہ عظیم ہستی چھوڑی جسے آج ہم حضرت شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ شاہ صاحبؒ نے دعوت دین اور تجدید و احیاء دین کی خاطر جہاد فی سبیل اللہ کا وہ عملی نمونہ دکھایا جس کی مثال قرونِ اولیٰ کے بعد شاید ہی کہیں ملتی ہو۔

حضرت شاہ اسمٰعیلؒ کی ابتدائی زندگی تعلیم و تربیت

شاہ اسمٰعیل شہید، شاہ عبدالغنیؒ کے اکلوتے بیٹے تھے۔ آپ کی والدہ مولوی علاؤ الدین پھلتی کی صاحبزادی تھیں۔ ۱۱۹۳ھ مطابق ۱۷۷۹ء میں اپنی ننھیال پھلت ہی میں پیدا ہوئے۔ صغر سنی ہی میں والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ آپ کے چچا شاہ عبدالقادرؒ نے آپ کی پرورش کی۔ اور انہی نے اپنی نواسی سے آپ کی شادی کی۔

شاہ صاحب نے اپنے عم بزرگوار شاہ عبدالعزیز اور شاہ عبدالقادر سے علم حاصل کیا۔ آپ کو دینی علوم تفسیر حدیث۔ فقہ، اصول حدیث اور اصول فقہ میں کمال حاصل تھا۔ آپ کو دنیوی علوم منطق، فلسفہ، تاریخ و جغرافیہ اور ریاضی پر بھی کامل عبور حاصل تھا۔ نیز تقریر و تحریر اور مناظرہ کی مشق بھی بہم پہنچائی تھی۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے فنون حرب یعنی پیراکی، کشتی رانی، تیر اندازی اور دوسرے فنون متداولہ جنگ بھی حاصل کئے تھے۔ قوت برداشت کا یہ عالم تھا کہ فتحپوری کی جامع مسجد کے فرش پر جون اور جولائی کے مہینوں میں ننگے پاؤں اور ننگے سر گھنٹوں چہل قدمی کرتے اور

جاڑے کے موسم میں کئی کئی راتیں گھر سے باہر صرف سوتی کپڑوں میں گذار دیتے۔ لیکن مطلق کوئی تکلیف محسوس نہ کرتے اپنے قویٰ قابو کی یہ حالت تھی کہ جب چاہتے سو جاتے اور جب چاہتے جاگ اٹھتے۔ آپ کا یہ دور تعلیم و تربیت ۱۲۱۴ھ ۱۲۳۵ھ (۱۷۹۹ء - ۱۸۱۹ء) پر محیط ہے۔

یہ معمولات زندگی دراصل اس جہاد کی تیاری کے لئے تھے جس کا مقصد اہل وطن کو غیر ملکی استیلاء سے نجات دلا کر ملک میں وہ اسلامی حکومت قائم کرنا تھی جس کی مثال صرف عہد نبوت اور دور خلفائے راشدینؓ ہی میں ملتی ہے۔

حضرت سید احمد شہید سے ربط و تعلق

شاہ اسمٰعیل شہید اپنے عم بزرگوار شاہ عبد القادر کی وفات کے بعد ان کی مسند درس و تدریس پر جلوہ افروز ہوئے۔ اسی زمانہ میں حضرت سید احمد شہید بریلوی ٹونک سے دہلی تشریف لائے۔ سید شہیدؒ۔ شاہ عبد العزیزؒ اور شاہ عبد القادرؒ کے شاگرد اور انہی کے حلقۂ بیعت میں شامل تھے۔ باطنی اور ظاہری علوم میں درجۂ کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ جب وہ مرجع خلائق بنے تو ۳۶-۱۲۳۵ھ (۲۰-۱۸۱۹ء) میں حضرت شاہ اسمٰعیل شہید اور ان کے ساتھی اور شاہ عبد العزیز کے داماد مولوی عبد الحیؒ بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے ان کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گئے۔

سفر حج بیت اللہ

۱۲۳۶ھ مطابق ۱۸۲۰ء میں آپ حضرت سید احمد شہیدؒ کی معیت میں کلکتہ کے راستے فریضۂ حج کے لئے مکہ تشریف لے گئے۔ سید صاحب کے چار سو مریدین با صفا ساتھ تھے۔ فریضۂ حج کی ادائیگی کے بعد ۱۲۳۹ھ مطابق ۱۸۲۳ء میں آپ وطن واپس پہنچے۔ قیام مکہ کے دوران آپ نے عرب، روم، شام اور مصر کے اہل علم سے ملاقاتیں کیں اور وہاں کے حالات سے آگاہی حاصل کی۔

اصلاح معاشرہ اور جہاد کی تیاری

۱۲۳۹ھ تا ۱۲۴۲ھ مطابق ۱۸۲۳ء تا ۱۸۲۵ء کی درمیانی مدت میں آپ نے جہاد کی تیاری شروع کر دی۔ مسلمانان ہند کی ناگفتہ بہ حالت، دین سے عدم واقفیت، شرک و بدعت کا عام رواج عوام کا اخلاقی انحطاط اور غیر ملکی استعمار کا بڑھتا ہوا غلبہ یہ تھے وہ امور جن پر آپ نے گہرے غور و فکر کے بعد مسلمانوں کو اس سے نجات دلانے کی ٹھانی۔ وسیع پیمانے پر عوام کو قرآن و سنت کی تعلیمات پر عمل کی دعوت دی۔

اس زمانے میں ہندوانہ معاشرت سے متاثر ہو کر بیوہ عورتیں نکاح ثانی نہیں کرتی تھیں۔ آپ نے اسلام کی اس سنت کو دوبارہ زندہ کیا۔ جامع مسجد دہلی کے اندر حوض پر خوانچہ فروش مورتی کھلونے بیچتے تھے۔ آپ نے اس خرید و فروخت کو بند کیا۔ یہاں تک کہ شرک و بدعت کے خلاف مسلسل جہاد کیا۔ آپ کے وعظ و نصیحت سے معاشرے میں موجود بہت سی برائیوں کی اصلاح ہونے لگی۔ پھر آپ نے پورے ملک کا دورہ کر کے لوگوں کو جہاد پر ابھارا۔ رد بدعات اور ترغیب جہاد کی وجہ سے آپ کی طرف عوام کا رجوع بڑھتا گیا۔ تین سال کی مختصر سی مدت میں آپ نے عوام کے اندر روح جہاد پھونک دی جس سے معاشرہ میں اتباع شریعت کا رجحان بڑھ گیا۔

سفرِ ہجرت ۱۲۴۱-۱۲۴۲ھ (۲۶-۱۸۲۵ء)

اب وقت آ گیا تھا کہ آپ جذبۂ جہاد سے سرشار لوگوں کو باقاعدہ جہاد کی غرض سے لے کر میدان میں نکلتے۔ آپ چونکہ پورے ہندوستان سے غیر ملکی اور غیر اسلامی غلبہ و استیلا کو ختم کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے آپ کا جہاد انگریزوں اور سکھوں کے خلاف تھا۔ لیکن اگر آپ جہاد کا آغاز وسط ہند سے کر دیتے تو چاروں طرف سے آپ انگریزوں اور سکھوں کے گھیرے میں آ جاتے۔ اس لئے آپ نے جہاد کا آغاز کرنے کے لئے صوبہ سرحد کا علاقہ منتخب فرمایا۔ اس میں آپ کے پیش نظر حکمت یہ تھی کہ ایک تو سرحدی سردار مسلمان ہونے کی وجہ سے آپ کا ساتھ دیں گے اور دوسرے شمال مغرب کی طرف مسلمان حکومت (افغانستان) ہو گی جس کی طرف سے کوئی خطرہ نہ ہو گا تیسرے پنجاب کے مسلمان سکھوں کے مظالم کی وجہ سے بآسانی سکھوں کے خلاف لڑنے کے لئے آمادہ ہو جائیں گے۔ اور اندرون ملک سکھوں کے خلاف ان کی بغاوت آپ کے لئے کامیابی کا پیش خیمہ ہو گی۔ اور چونکہ انگریزوں کے ساتھ براہ راست تصادم نہ ہونے کی وجہ سے وہ کچھ عرصہ تک چوکنے نہ ہوں گے۔ اس طرح آپ پنجاب میں فتح حاصل کرنے کے بعد ایک اسلامی حکومت قائم کر کے مستحکم کر سکیں گے۔ اور وہ قوت فراہم ہو جائے گی جس سے انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا جا سکے گا۔

یہ تھی وہ تدبیر جسے سامنے رکھ کر ۲۵-۱۸۲۴ء میں آپ نے اپنے مرشد حضرت سید احمد شہیدؒ کی ہدایت پر سندھ کے راستے افغانستان کو ہجرت کی۔ تھانیسر۔ مالیر کوٹلہ۔ بہاولپور۔ حیدرآباد (سندھ) شکارپور سے ہوتے ہوتے آپ ڈھاڈر اور بولان کے دروں میں سے گذر کر قندھار اور یہاں سے کابل پہنچے۔ بارہ ہزار سرفروش آپ کے ساتھ تھے۔ بھیس بدل بدل کر مزید ہزاروں مجاہدین آپ سے آ کر ملتے رہے۔ ۱۸۲۶ء میں آپ درہ خیبر سے گذر کر صوبہ سرحد میں داخل ہوئے۔

جہادِ اکوڑہ خٹک ۱۲۴۲ھ۔ ۱۸۲۶ء

حضرت شاہ صاحب نے اپنے مرشد حضرت سید احمدؒ کی معیت میں پشاور کے نزدیک ہشت نگر (چارسدہ) میں قیام کیا۔ ارد گرد کے علاقوں کا جائزہ لیا۔ مسلمانوں کے جذبۂ جہاد کو دیکھ کر سکھوں کے خلاف جہاد کرنے کا فیصلہ کیا۔ ادھر لاہور سے رنجیت سنگھ نے سردار بدھ سنگھ کی سربراہی میں دس ہزار کا لشکر سید صاحب کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ جو جنگی ساز و سامان کے ساتھ پوری طرح لیس تھا۔ اس کے مقابلے میں مجاہدین کی تعداد صرف ڈیڑھ ہزار تھی۔ ان کے پاس سامان جنگ بھی ناکافی تھا۔ ۲۱ دسمبر ۱۸۲۶ء کو اکوڑہ خٹک کے مقام پر (نوشہرہ سے آٹھ میل دور) سکھوں سے پہلی جنگ ہوئی جس میں سکھوں کو شکست ہوئی۔ بدھ سنگھ اس ہزیمت کے بعد شیدو (سیدو) کے مقام پر پڑاؤ کیا۔

انعقادِ بیعت جہاد اکوڑہ سے نکل کر شاہ صاحب سید صاحب کی قیادت میں ہنڈ اور حضرو میں چھوٹے چھوٹے معرکے سر کرنے کے بعد پنجتار پہنچے۔ اکوڑہ کی فتح کے بعد مجاہدین کے حوصلے بلند ہو گئے۔ شاہ صاحب نے پنجتار کے گرد و نواح میں حضرت سید صاحب کی امارت و امامت میں جہاد کر کے مسلمانوں کے مغصوبہ علاقوں کو آزاد کرانے کی دعوت دی۔ جہاد پر ابھارنے کے لئے پٹھان سرداروں اور علماء و مشائخ سے مذاکرات کئے۔ شاہ صاحب کی غیر معمولی دعوت اور انتظامی صلاحیتوں سے متاثر ہو کر عوام و خواص جہاد کے لئے کمربستہ ہو گئے۔ سینکڑوں رؤسا و علماء اور ہزاروں عوام و خواص نے ۱۱ جنوری ۱۸۲۷ء کو ایک بہت بڑے مجمع عام میں حضرت سید صاحب کے ہاتھ پر امامت جہاد کی بیعت کی۔ اس طرح دو ماہ کے اندر اندر تقریباً اسی ہزار سرحدی عوام سید صاحب کی امامت میں سکھوں کے خلاف جہاد کے لئے تیار ہو گئے۔ مارچ کے شروع میں اسلامی لشکر جلسی، مصری بانڈے سے ہوتا ہوا نوشہرہ میں خیمہ زن ہوا۔ یہاں سے سکھ لشکر پر حملہ کرنا مقصود تھا۔ جو اس وقت بدھ سنگھ کی سربراہی میں شیدو میں پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔

سرداران سرحد کی غداری نوشہرہ میں سید صاحب کی میزبانی کے فرائض ایک درانی سردار یار محمد خان انجام دیتا رہا۔ اس نے بظاہر سید صاحب کی بیعت کر رکھی تھی۔ لیکن درپردہ سکھوں سے سازباز کر لی اور عین اس روز جس روز آپ نے دشمن پر حملہ کرنا تھا آپ کو کھانے میں زہر کھلا دیا۔ آپ کی طبیعت سخت ناساز ہو گئی اور علالت کے باوجود آپ نے ایک لاکھ مجاہدین کے ساتھ شیدو میں مقیم سکھ لشکر پر حملہ کر دیا۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی جس میں اسلامی لشکر کا پلہ بھاری رہا۔ سکھ لشکر میں بھگدڑ مچ گئی۔ سید صاحب بیماری اور غشی کی حالت میں اسلامی لشکر کے ساتھ ساتھ جہاد میں مصروف ہدایات دیتے رہے۔ اور شاہ صاحب آپ کی تیمارداری کے ساتھ ساتھ آپ کی نیابت بھی کرتے رہے جب سکھوں کی شکست یقینی ہو گئی تو یار محمد خان، پیر محمد خان، سرداران سرحد اپنے ہزاروں مجاہدین کو لے کر میدانِ جنگ سے راہِ فرار اختیار کر گئے۔ اسلامی لشکر میں غیر معمولی افراتفری پیدا ہو گئی جس کے نتیجہ میں جنگ کا نقشہ بدل گیا، فتح شکست میں بدل گئی۔ شاہ صاحب سید صاحب کو بہزار مشکل چنگلئی پہنچانے میں کامیاب ہو گئے۔ یہاں کچھ دن قیام و علاج معالجے کے بعد سید صاحب کی طبیعت سنبھلی۔ شاہ صاحب اس دورِ ابتلا میں ساتھ رہے۔

منزل ہائے عشق کی جادہ پیمائی چنگلئی سے نکل کر حضرت شاہ اسمٰعیل نے بونیر، سوات اور ہزارہ کے علاقوں میں وسیع دورے کئے۔ مسلمانوں کو سکھوں کے خلاف جہاد کے لئے منظم کیا۔ ڈمگلہ، شنکیاری اور اتمان زئی میں سکھوں کے خلاف معرکے ہوئے۔ یہاں بھی وہی صورتِ حال پیدا ہوئی۔ رئیس اتمان زئی عالم خان کی منافقت اور غداری کے ہاتھوں کامیابی شکست میں بدل گئی۔ اور مجاہدین کی مشکلات میں مزید اضافہ ہو گیا۔ لیکن اس کے باوجود سید صاحب اور ان کے رفیق جہاد شاہ صاحب صبر و استقلال کا کوہِ گراں بنے راہ

حق کی منزلیں طے کرتے آگے بڑھتے رہے۔ آپ کے پائے استقلال میں کہیں لغزش نہیں آئی۔ آپ ناکامی کے بعد دوبارہ سنبھلتے علاقے کے مسلمانوں میں جذبۂ جہاد بیدار کرتے۔ مجاہدین کو جمع کرتے اور سکھوں کے خلاف برسرپیکار ہو جاتے۔ چنانچہ آپ نے پنجتار۔ ہنڈ۔ تربیلہ بستھانہ۔ امب، پھولڑہ اور مردان وغیرہ مختلف مقامات پر سکھوں کے خلاف جہاد کیا۔

<u>شہادت</u> | آخری معرکہ ۱۸۳۰ء (۱۲۴۶ھ) میں مانسہرہ کے قریب بالاکوٹ کے مقام پر پیش آیا۔ اپنوں ہی کی غداری، منافقت اور باہمی رقابت کے نتیجہ میں اسلامی لشکر کو شکست ہوئی۔ حضرت شاہ اسمٰعیل اور ان کے مرشد و امیر جہاد حضرت سید احمد شہید نے ۲۴ رذی قعدہ ۱۲۴۶ھ کو شہادت پائی۔

اس طرح ان پاک طینت و پاک باز ہستیوں نے اقامت دین کی راہ میں اپنی جانیں نہایت صبر و استقامت کے ساتھ مالک حقیقی کے حضور قربان کردیں۔ فمنہم من قضٰی نحبہ ومنہم من ینتظر۔

<u>شاہ صاحب کے خصائل</u> | شاہ اسمٰعیل شہیدؒ بہترین مقرر اور اعلیٰ درجے کے عالم و فقیہ تھے۔ آپ کی تقریر نہایت شستہ، پُر تاثیر اور مدلل و مبارح ہوتی تھی۔ آپ کے کھانے پینے، رہنے سہنے اور پہننے میں کسی قسم کا تکلف نہیں ہوتا تھا۔ ہر لحاظ سے آپ کی زندگی سادگی کا نمونہ تھی۔ ذکر و فکر کے ساتھ ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے ہر وقت کمربستہ رہتے تھے۔ آپ کی جدوجہد تجدید و احیاء دین اور رضائے الٰہی کے حصول کے لئے تھی۔

ایک مرتبہ رنجیت سنگھ نے بہت بڑی جاگیر کی پیش کش کرکے جہاد سے باز رہنے کی درخواست کی لیکن آپ نے پورے استغنا کے ساتھ یہ پیش کش ٹھکرادی۔ اور جواب دیا کہ اگر تو راہ سلامتی اختیار کرلے تو ہمارا کوئی مطالبہ نہیں۔

<u>تصانیف</u> | آپ نے مجاہدانہ زندگی کے باوجود اوائل عمر ہی میں تحریر و تصنیف کا کام بھی شروع کر رکھا تھا۔ آپ نے بہت سی کتابیں لکھیں۔ لیکن اکثر ضائع ہوگئیں۔ بعض تاحال غیر مطبوعہ ہیں۔ اور جو طبع ہو چکی ہیں ان میں سے چند کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ **تقویۃ الایمان**۔ یہ آپ کی اردو میں سب سے مشہور تصنیف ہے۔ اس میں توحید، شرک اور بدعت پر قرآن و سنت کی روشنی میں تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ غیر اسلامی عقائد و رسوم کی اصلاح کے لئے نہایت موزوں اور مفید کتاب ہے۔

۲۔ **تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین**۔ اس میں سنت نبویؐ سے رفع یدین کا ثبوت مہیا کیا گیا ہے۔ اور یہ کوشش کی گئی ہے۔ کہ جو لوگ رفع یدین کی مخالفت کرتے ہیں وہ رواداری اختیار کریں۔ اس لئے کہ یہ مخالفت فی نفسہ سنت رسولؐ کی مخالفت ہے۔

۳۔ منصب امامت ۔ یہ کتاب فارسی میں ہے ۔ اور اس میں اسلامی حکومت کے بنیادی اصول بیان کیے گئے ہیں ۔ اور بتایا گیا ہے کہ اسلام میں قیادت و امامت کے لئے کونسی صفات درکار ہیں ۔

۴۔ صراطِ مستقیم ۔ یہ کتاب بھی فارسی میں ہے اور اس میں حضرت سید احمد شہیدؒ کے دعوائے تجدید دین کی حقانیت واضح کی گئی ہے ۔

۵۔ اصول الفقہ ۔ یہ اصولِ فقہ پر عربی میں تصنیف ہے ۔

ناکامی کے اسباب | حضرت شاہ صاحب کی اس پُرخلوص اور قرونِ اولیٰ کے نقشے پر کی گئی اس عظیم جدوجہد کی ناکامی کے اسباب پر اگر غور کریں تو دو بڑی وجوہ معلوم ہوتی ہیں ۔

۱۔ شاہ صاحب کے جہاد کا پہلا ہدف شرک و بدعت کا استیصال اور مسلمانوں میں خالص توحید کی تبلیغ تھی یہی دعوت ۱۱۵۳ھ تا ۱۲۰۶ھ میں شیخ محمد بن عبدالوہابؒ نجد و حجاز میں دے چکے تھے ۔ اور وہاں انگریزوں کے حلیف شریف حسین مکہ کو شکست ہوئی تھی ۔ انگریزوں نے حضرت شاہ صاحب کی دعوت اصلاح و جہاد کا رشتہ بھی اسی تحریک کے ساتھ جوڑا ۔ اور "وہابی تحریک" کا نام دے کر بدعات کا شکار جاہل مولویوں اور بے عمل صوفیوں اور پیروں کو اس کے خلاف ابھارا اور اپنے اقتدار کی حفاظت کے لئے استعمال کیا ۔ انگریز کا یہ حربہ اس کے حق میں مفید ثابت ہوا ۔ پنجاب اور سرحد کے جاہل مسلمان عوام آپ کی تحریک کے حامی بننے کی بجائے اس کے مخالف بن گئے ۔ اور ان کی منافقت اور عدمِ تعاون کے نتیجہ میں احیاء دین کی یہ عظیم جدوجہد بارآور نہ ہو سکی ۔

۳۔ آپ نے اپنے جہاد کا مرکز مرکزی ہند کی بجائے پنجاب کا شمال مغربی حصہ منتخب کیا ۔ اس علاقے کے مسلمانوں کی تربیت اس انداز میں نہ ہوئی تھی جو اسلامی جہاد کے لئے ضروری تھی ۔ نہ ان میں وہ جرأت ایمانی تھی نہ وہ خلوص اور جذبۂ ایثار و قربانی موجود تھا ۔ جو اسلامی جہاد کی کامیابی کے لئے ضروری ہے ۔ اس لئے اس علاقے کے سرداروں اور عوام نے منافقت اور غداری کی ۔ جو اتنی بڑی عظیم اسلامی تحریک کی ناکامی کا باعث بنی ۔

اسلامی انقلاب برپا کرنے کے لئے انہیں خاص طور پر اس علاقے کی ذہنی فکری اور عملی اصلاح کی شدید ضرورت تھی بہرحال آزادیٔ وطن اور اسلامی حکومت کے قیام کے لئے آپ نے جو جہاد کیا اور پورے برصغیر میں جو تحریک چلائی وہ حالات کے ساتھ ساتھ مختلف صورتوں میں جاری رہی اور جاری ہے ہم آج جن منزلوں سے گزر رہے ہیں وہ انہی قدسی صفات ہستیوں کے قائم کردہ نشان ہائے راہ ہیں ۔ سر محمد ناصر الملک مہتر چترال نے خوب کہا ہے ؎

ہندیانِ خفتہ را بیدار کرد بندگانِ نفس را احرار کرد
خونِ خود را در کہ و کہسار ریخت لیک بیخ حریت در ہند بیخت
اندراں وقتے کہ در ہندوستاں سنت اندر ابر بدعت بُد نہاں
گفت اسمٰعیل معبودم خداست پیشوائے من محمد مصطفیٰ ست